مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقانیہ سے ازہر تک

اہرام مصر | اہرام مصر قدیم ترین آثار میں سے ہیں۔ قدامت کے علاوہ عجیب وغریب طرز تعمیر، ہزاروں سال گذرنے کے باوجود جوں کا توں رہنے کی وجہ سے سیاحوں کی توجہات کا مرکز بنا رہتا ہے۔ سیاحوں کے علاوہ خود مصریوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے۔

اہرام کا معنی و زمانہ | اہرام ہرم کی جمع ہے۔ لغت میں ہرم بوڑھے کے ہم معنی ہیں۔ مصر کے یہ قدیم مخروطی مینار زمانے کے اعتبار سے اتنے قدیم ہیں کہ یقین سے یہ معلوم نہیں کہ کب بنائے گئے ہیں۔ اس قدامت کو مدنظر رکھتے ہوئے عربوں نے اس کا نام "اہرام" یعنی پرانے مینار رکھا۔ ابتداء میں یہ مینار نہایت کثرت سے تھے صلاح الدین کے دور میں اکثر ڈھائے گئے۔ صرف تین باقی بچے ان پر ابھی اہرام کا اطلاق ہوتا ہے۔

بار بار تحقیق کرنے کے باوجود کوئی محقق اس نتیجے پر نہ پہنچ سکا کہ اس کی ابتداء کب ہوئی۔ یورپ کے آثار قدیمہ کے ماہرین نے تحقیق کی ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مینار چھ ہزار سال پہلے تعمیر کئے گئے۔ ایک عیسائی محقق نے اس کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو سو سال پہلے کی متعین کی ہے۔ تاہم اتنی بات یقینی ہے کہ یونان کی علمی ترقی سے اس کی عمر زیادہ ہے کیونکہ جالینوس کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

اہرام کی کمیت و کیفیت | یہ تین مینار ہیں۔ ان میں بڑے مینار کی لمبائی چار سو چھیاسی (۴۸۶) فٹ ہے۔ نیچے کے چبوترے کا رقبہ سات سو چونسٹھ (۷۶۴) فٹ ہے۔ اور مکعب آٹھ کروڑ نوے لاکھ فٹ ہے۔ بنیاد میں تیس تیس (۳۰،۳۰) فٹ لمبی اور پانچ پانچ فٹ چوڑی پتھر کی چٹانیں استعمال کی گئی ہیں۔ ان کا کل وزن اڑسٹھ لاکھ چالیس ہزار ٹن (۶۸۴۰۰۰۰) بنتا ہے۔

مختصر کیفیت یوں ہے۔ پتھر کی ان عظیم چٹانوں سے اینٹ کا کام لیا گیا ہے۔ ایک وسیع چبوترہ کی شکل میں یہ مینار قائم ہے۔ ہر تہہ سے اوپر کی تہہ تک ایسی ایک ایک چٹان کی جگہ خالی چھوڑ کر رکھی گئی ہے۔ اسی انداز سے چوٹی تک اوپر تلے چبوترے ہیں۔ چبوتروں کے بتدریج چھوٹے بڑے ہونے سے مینار نوکدار بنتا ہوا چوٹی پر جا کر ایک پتھر پر ختم ہوتا ہے

اور حیرانگی کی بات ہے کہ ان عظیم چٹانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بڑے عرق ریزی سے جوڑا گیا ہے۔ اگرچہ قدامت اور مرورِ زمانہ سے بعض حصص پر تغیر و تبدل کے آثار نمایاں ہیں۔ لیکن بعض جگہوں میں وہی پرانی کیفیت موجود ہے جس میں ایک چٹان کا وصل دوسری چٹان سے ایسی مہارت سے کیا گیا ہے کہ جوڑ یا درانہ کا معلوم ہونا تو درکنار چونے یا مصالحے کا اثر بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ان میناروں کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ جرِ ثقیل کا یہ فن جو آج کل سائنسی اصولوں کی طفیل سے، کرین یا دوسرے مشینوں کی شکل میں موجود ہے۔ قدیم مدت میں بھی کسی خاص شکل پر قائم تھا۔ کیونکہ اتنے بڑے چٹانوں کو اتنے دور سے لا کر اتنی اونچائی پر لے جانا آخر کار بغیر اس فن کے کیسے ممکن ہے؟ اور اگر ہم جرِ ثقیل کا یہ فن موجودہ دور کی خصوصیت مان کر پرانے زمانہ میں اس کے وجود سے انکار کریں تو پھر اس سے بڑھ کر کسی عجیب و غریب صفت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔

اہرام کا مقصد

ہزاروں سال گزرنے کے باوجود، تفحص و تحقیق کے زمانوں کے ہوتے ہوئے ان میناروں کی تعمیر کا غرض و غایہ ایک سربستہ راز رہا۔ کوئی ملکی دولت کی تحفظ اس محنت شاقہ کی تحمل کا محل ٹھہراتے ہیں۔ جب کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ سلاطین و امراء کی لاشوں کے تحفظ کے لئے یہ میناریں بنائی گئی ہیں۔ تہہ میں بادشاہ وقت کی لاش محفوظ طریقے سے رکھ کر اوپر یہ پہاڑ نما مینار بنا کر لاش کو محفوظ کرتے۔

خلیفہ مامون عباسی کے دور ۸۲۰ء میں اس راز کو منکشف کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ناکامی کا سامنا ہوا۔ صرف ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار مدتوں کے اس سربستہ راز کو کھولنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن تاحال کوئی یقینی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔ قریب ایام میں غیر ملکی آثارِ قدیمہ کے ماہرین غالباً فرانس کے تھے ایک بار پھر تحقیق کے لئے مصر آئے تھے۔

چھوٹے مینار کی خرابی کی وجوہات

ان تینوں میناروں میں سے چھوٹا مینار کس قدر خراب ہو گیا ہے جس کی داستان کچھ یوں ہے۔ کہ ۵۹۳ھ ملک العزیز (پسر سلطان صلاح الدین ایوبی) نے بعض ناواقف کار مشیروں کے مشورہ سے ڈھانا چاہا۔ ماہرینِ فن اس کام پر لگائے گئے۔ شب و روز آٹھ مہینوں تک اس لایعنی اور بے مقصد کام میں مصروف رہے۔ لاکھوں کے انداز سے قومی دولت اس کام پر خرچ کی گئی۔ ایک کونے سے چند پتھر یا کچھ پلستر اکھاڑنے کے سوا اور کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ سوخر آنے پر لایعنی منصوبہ ترک کرنا پڑا۔

رات دن دیکھنے والوں کی رش کو دیکھ کر مصری حکومت کو کمانے کا ایک سنہری موقعہ ملا ہے۔ ورنہ جہاں پر محنت کا کوئی خرچ نہیں ہوتا ہو۔ وہاں ٹیکس لگانے یا کرایہ وصول کرنے کا آخر کار کیا جواز ہوتا ہے۔ اندر جانے کے لئے دیکھنے والوں کو تین پونڈ کا ٹکٹ لینا پڑتا ہے اور ستم ظریفی یہ کہ یہاں پر غیر ملکیوں سے تین پونڈ اور خود مصریوں سے ربع پونڈ یعنی پچیس قرش پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دن کے علاوہ رات میں بھی سیاحین آتے رہتے ہیں۔ البتہ رات کو سامنے ایک پُرتکلف ہوٹل کے دالان میں بٹھا کر

پوری داستان سنانے اور ان آثار کو دکھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی خاطر ہر ایک مینار کے قرب و جوار میں بڑے بڑے بلب نصب ہیں جن کی مدد سے رات کے وقت دور سے دکھائی دیتا ہے۔

ابوالہول بڑے مینار سے دوسو گز کے فاصلہ پر "ابوالہول" کا عظیم الشان بت ہے۔ ایک پتھر کی چٹان سے تراشا ہوا بت جس کے نیچے کا دھڑ شیر کا اور سر عورت کا ہے۔ اگلی ٹانگیں پچاس فٹ لمبی اور سر کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ابرو سے لے کر ٹھوڑی تک تیس فٹ اور سر کی چوڑائی چودہ فٹ ہے۔ پورا قد ستر گز کے لگ بھگ ہے اس غیر معمولی درازی کے باوجود تمام اعضا اس ترتیب سے بنائے گئے ہیں کہ ان اعضا کے باہمی تناسب میں بال کا فرق نہیں۔ مشہور مورخ عبداللطیف بغدادی سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے دنیا میں سب سے عجیب و غریب چیز کیا دیکھا ہے تو اس نے جواب میں کہہ دیا۔

"کہ ابوالہول کے اعضا کا تناسب"

اگرچہ ابھی وہی پرانی کیفیت قائم نہیں بعض حصص ٹوٹ گئی ہیں لیکن اس ناقص حصے کو دیکھ کر تراشنے کے اس فن میں مہارت کا احساس ہوتا ہے۔

تحف رمیس یہ مصر کا مشہور فرعونی عجائب گھر ہے اور مصریوں کا قدیمی ثقافتی ورثہ ہے قومیت اور عصبیت کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر مصری خود کو ابنا فرعون کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ فرعونی ثقافت کو اپنا قومی ورثہ سمجھتے ہیں۔ قومی یادگاروں اور اہم مراکز میں فرعون کی تصاویر نصب کرنے کے علاوہ قومی سکہ اور شاہراہوں پر فرعون کی تصویر نظر آئے گی۔

یہ عجائب گھر دریائے نیل کے کنارے میدان تحریر سے چند قدم کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اندر جانے کے لئے غیر ملکی شخص کے لئے وہی تین پونڈ کا ٹکٹ لینا پڑتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ یہ اس فرعون کی لاش ہو جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا۔ اور نہ اس کی لاش کی تحفظ ضروری ہے۔ قرآن و حدیث سے بھی یہ ثبوت ممکن نہیں۔ قرآن مجید میں غلام قوم یہودیوں کی ذہنی تطہیر کی ایک تصویر موجود ہے کہ یہودیوں کو جب خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں فراعنہ کی مدتوں کی غلامی سے نجات دے کر حریت کی نعمت سے نوازا اور صرف اس پر اکتفا نہیں بلکہ یہودیوں کے اس خونی دشمن کو نیست و نابود بھی کر دیا تو غلام قوم کو اس جابر و ظالم کی موت کا یقین نہیں آتا۔ خداوند عالم نے اس جسدِ خبیثہ کو دریا سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کے علاوہ ان کو بھی یقین آجائے۔ قرآن مجید میں یہ حقیقت ان الفاظ میں موجود ہے۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۔ (یونس پ ۱۱)

تفسیر مدارک میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

اے نلقیک بنجوۃ من الارض (مدارک جلد دوم صد ۱۴۱)

نجوۃ اونچی جگہ سے ماخوذ ہے یعنی آج ہم تیری لاش کو اونچی جگہ ڈالیں گے تاکہ تو باقی ماندہ لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت کا نشانہ بن جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تیری لاش کو قیامت تک محفوظ رکھیں گے۔

ممکن ہے ۱۸۸۱ء میں ملی ہوئی دو لاشیں جو کچھ مدت تک اس عجائب گھر کی زینت رہی کسی فرعون کی لاشیں ہوں کیونکہ مصر کے ہر ایک فرماں روا کو قیصر و کسریٰ کی طرح فرعون کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

بہر حال میں خود اس ارادہ سے گیا تھا کہ فرعون کا یہ جسد دیکھ سکوں۔ لیکن جب اندر جا کر پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ لاش اب کسی کو نہیں دکھائی جاتی۔ معلوم ہوا کہ لاش کی خرابی کی وجہ سے ابھی اس کو بند کمرے میں رکھ دیا گیا ہے۔ کسی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں۔ بعض حضرات سے سنا ہے کہ کیڑا لگنے کی وجہ سے یہ لاش بیرون ملک لے جایا گیا ہے بہر حال جو کچھ بھی ہے ہم نے یہ لاش نہیں دیکھی۔ اس لاش کے علاوہ مختلف فرعونی عجائبات سے بھرا پڑا ہے۔ پرانی یادگاریں، طشتریاں۔ پیالے۔ مرتبان۔ کرسیاں۔ مہر۔ سکے اور دیگر سینکڑوں اشیاء باقاعدہ ترتیب اور سلیقہ سے پڑی ہیں۔ آثار قدیمہ والوں نے عربی اور انگریزی میں متعلقہ سن اور تاریخ کو کتبوں پر ثبت کر کے کتبے آویزاں تھیں۔

ایک اہم چیز جو یہاں دیکھی گئی وہ ان فراعنہ کے دور میں تکفین و تدفین کے نرالے دستور کے آثار تھے۔ دوسری منزل پر چند کمروں میں سنگی اور چوبی کشتی نما بکسے پڑے ہوئے تھے۔ جن کے متعلق بتایا گیا ہے کہ فراعنہ اپنے مردوں کو ان بکسوں میں ایک خاص سلیقہ سے دفن کرتے تھے۔ درمیان میں مردے کی لاش رکھ کر خالی جگہوں کو چونے سے بھر کر اوپر سطح پر اس مردہ کی تصویر بناتے۔ لاشوں پر خاص قسم کے مصالحے لگانے کی رسم تھی۔ جس کی وجہ سے لاش کچھ مدت تک کے لئے تغیر و تبدل سے محفوظ رہتی۔

فراعنہ کے ان تصاویر اور بکسوں کو دیکھ کر ایک خاص کیفیت رہتی ہے جن کا احساس ان کمروں میں قدم بقدم رہتا ہے۔ اگرچہ قاہرہ میں مذکورہ یادگاروں کے علاوہ اور بھی سینکڑوں کے اندازے ہیں ہیں۔ لیکن ان پر اکتفا کر کے کچھ وقت کے لئے "اسکندریہ" چلتے ہیں۔

اپریل کے آخری ہفتے میں مصر کے مشہور اور قدیم ترین شہر "اسکندریہ" جانے کے لئے پروگرام بنایا گیا۔

"مدینۃ البعوث الاسلامیہ" کے نائب مشرف استاد صلاح البکری کی وساطت سے مشرف عام سے گاڑی کی اجازت مل گئی۔ گاڑی کی سرکاری فیس کے علاوہ پٹرول اور نائب مشرف کے خرچہ سفر کے لئے کچھ چندہ اکٹھا کرنا پڑا۔ انفرادا ریل یا بس کے ذریعہ جانے پر کافی رقم خرچ ہوتی ہے۔ لیکن بعوث کی گاڑی اور اسکندریہ میں بعوث کی شاخ میں رہائش کی وجہ سے ہم پر بہت کم خرچہ آیا۔ غالباً دس پونڈ سے کچھ کم رقم پر ہمارا اسکندریہ کا آنا جانا ہوا۔

اسکندریہ کا تعارف | تاریخ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کے پندرہ سے زائد شہر کرۂ ارض پر آباد ہ لیکن ان تمام میں ابھی صرف مصر کا یہ شہر اسکندریہ العظمیٰ، دیکھا جاتا ہے دیگر شہروں کا وجود کتب کی صفحات تک محدود ہے۔

بانی کون تھا؟ | اس شہر کی قدامت کی وجہ بانی کا تعین ذرا مشکل ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ اس شہر کا بانی ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلہا فی البلاد ہے۔ جو وقت کا طاقتور شخص تھا۔ مشہور مورخ محمد ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ:۔

یعمر بن شداد بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کو اس شہر کی آبادی کا شرف حاصل ہے۔ اور بعض مورخین لکھتے ہیں کہ:۔

سکندر اعظم نے ۳۳۲ قبل از مسیح اپنے نام پر اس شہر کو آباد کیا تھا۔ بہر کسی ایک قول کے تعین پر دل کو اطمینان نہیں ہا اتنا ظاہر ہے کہ بانی نے اپنے نام یا کسی اہم شخصیت کی طرف منسوب کرکے اس شہر کو آباد کیا۔

علم و ثقافت کا مرکز ہونا | یونانیوں اور رومیوں کے دور میں "اسکندریہ" نہایت آباد اور مصروف ترین شہر تھا اور تحقیقی مراکز جا بجا قائم تھے۔ سات لاکھ کتابوں کا عظیم کتب خانے کے علاوہ رصدگاہیں اور تجرباتی مراکز یہاں قائم تھے۔ بدقسمتی سے ۴۷، ۴۸ قبل از مسیح قیصر کی جنگوں میں یہ کتب خانے ضائع ہوئے۔ بعض عیسائیوں کا خیال ہے کہ کتب خانوں کے کچھ حصے حضرت عمرؓ کے دور میں عمرو بن العاصؓ نے خلیفہ کے حکم سے جلا دئے تھے۔ لیکن تاریخی واقعات کی رو سے یہ جھوٹ کا پلندا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان عیسائیوں کے شگوفے ہیں۔ جن کے حین و حیات کا مقصد مسلمانوں کے کارناموں کو غلط رنگ دے کر اپنے نقائص اور عیوب کو چھپانا ہے۔ اگر ان کے منصف مزاج ہم مشرب کی کتابوں کو دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رومی جنگوں سے باقی ماندہ کتب تھیوڈوسیس کے حکم سے ۳۸۹ء میں جلا دئے گئے تھے۔ پھر سرمائے اور قیمتی ذخیرہ کی بربادی سے قبل اسکندریہ علم و ہنر، سائنس اور فلسفہ کا معدن جس میں بیک وقت فلاسفر اور بڑے اسکالر مہیا ہوئے۔

فتح اسلام کے وقت اسکندریہ کی حالت | اگرچہ نشیب و فراز احوال کی وجہ سے اسکندریہ کی آبادی کبھی لاکھوں کی تعداد میں اور کبھی سینکڑوں تک محدود رہی۔ لیکن فتح اسلام کے وقت کے اہم ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب اسکندریہ میں فاتحانہ قدم رکھا اور شہر کی اہمیت سے واقف ہوئے تو خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری کا تذکرہ ان الفاظوں میں کرتے ہیں :۔

"بے شک میں نے ایک ایسا شہر فتح کیا ہے جس میں بارہ ہزار سبزی فروش (بیک وقت) تازہ سبزیاں فروخت کرتے ہیں۔ چالیس ہزار یہودی آباد ہیں جو جزیہ کی ادائگی

کے پابند ہیں ؛

اور ایک قول کے مطابق یہ بھی لکھا کہ :-

" اس میں چالیس ہزار حمام ہیں "

لیکن قاہرہ کے اسلامی پایہ تخت ہونے کی وجہ سے اس کی رونق کم ہوگئی ۔ خاص کر بعد میں صلیبی جنگوں کے زمانہ میں عیسائیوں کی تاخت و تاراج سے پھر شہر بے رونق ہوگیا ۔ اور اس کی تجارتی حیثیت ختم ہوگئی ۔ پھر بھی مدتوں تک لوگ سابقہ دور کی تعمیر و ترقی کی داستانوں سے محظوظ ہوتے رہے ۔

چنانچہ عبدالعزیز بن مروان بن الحکم نے جب یہاں کی خلافت سنبھالی تو اس کو اسکندریہ کے دوبارہ ترقی دینے کا شوق پیدا ہوا ۔ شہر کے معززین کو جمع کر کے اس ارادہ کا اظہار کیا ۔ اور کہنے لگا کہ مال و دولت اور افرادی قوت کی میرے پاس کمی نہیں میرے ساتھ تعاون کرکے اس شہر کو دوبارہ آباد کیجئے ۔ سرداروں نے کچھ وقت کی مہلت مانگ کر دربار سے نکل گئے ۔ اور جاکر ایک پرانے کھوپڑی کو قبر سے نکال کر ایک دانت کو لے آئے جو بوسیدہ اور پرانا ہونے کے باوجود ۲۰ رطل نکلا ۔ کہنے لگے اس جیسے رجال کو لے آؤ تب ہم اس شہر کو دوبارہ آباد کر سکیں گے ۔

خلیفہ نے یہ حالت دیکھ کر خاموش رہ گیا ۔

موجودہ دور میں اسکندریہ کی حالت | سو سال سے زائد مدت قبل ایک زائر منشی محمد عالم اسکندریہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

" اسکندریہ پہنچنے سے پہلے مجھے شان و گمان بھی نہ تھا کہ سرزمین افریقہ پر بھی ایسا شہر آباد ہوسکتا ہے کہ جس کی عالی شان عمارتیں پیرس اور ویانا کو یاد دلادیں "

یہ تو سو سال سے زائد قبل کی کیفیت ہے ۔ موجودہ دور میں اسکندریہ کی تعمیر و ترقی فن تعمیر کے شہ پارے ، سیر و سیاحت کے انتظامات ۔ جدید دور کے شاپنگ سنٹر اور عیش و عشرت کے دیگر اسباب دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے ۔ حساس سیاحوں کے تاثرات کی رو سے مصر مجموعی طور پر عریانیت اور بے حیائی میں یورپ کے شانہ بشانہ چل رہا ہے لیکن اسکندریہ تمام مصر میں بے حیائی کے میدان میں ممتاز مقام رکھتا ہے ۔ بازاروں اور سمندر کے کنارے پر جانا کسی شریف اور ذی حیا انسان کا کام نہیں ۔ ارادہ تھا کہ اسکندریہ میں تین چار دن رہیں گے لیکن بے حیائی اور فحاشی کی لعنت سے مجبور ہو کر دوسرے دن واپسی ہوئی ۔

اسکندریہ کا راستہ | قاہرہ سے اسکندریہ ۲۱۶ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ۔ آنے جانے کے لئے دو راستے ہیں ایک صحراوی راستہ اور دوسرا زرعی راستہ ۔ ثانی الذکر راستہ بنسبت اول الذکر کے مصروف ترین اور سہل ہے ۔ ہمارا آنا جانا اسی زرعی راستہ سے ہوا ۔ استاد صلاح بکری ہر ایک جگہ کی آبادی کا تعارف ہمیں کراتے رہے ۔ مختلف محافظات (ضلعوں)

سے گزرنا پڑا۔ محافظہ قلیوب۔ محافظہ شرقیہ۔ محافظہ المنوفیہ اور طنطا جیسے علاقے بڑے ترقی یافتہ اور پر رونق معلوم ہوتے تھے۔ دو طرفہ روڈ کے کناروں پر جابجا پختہ عمارتوں کے نقشے قاہرہ سے کمال مشابہت کی وجہ سے ایک نوع کے دو افراد دکھائی دیتے۔ پاکستانی شاہراہوں کی طرح وہاں پر بھی قدم بقدم پر تکلف اور مکیف ہوٹلوں کے علاوہ تازہ فروٹ کی کیبن لگے ہوئے تھے جن پر عموماً مصری عورتیں فروٹ فروخت کرتی تھیں۔ سڑک کے ارد گرد سرسبز کھیتوں۔ پانی کی نہروں اور نالیوں کی وجہ سے ایک دلکش نظارہ قائم تھا۔ مصر کی مشہور کپاس اور ہری بھری کھیت ہر طرف دامنگیر تھے۔ ٹماٹر کے علاوہ دوسری سبزیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ سرسبزی وشادابی کو دیکھ کر دریا نیل کی فیاضی اور سخاوت کا احساس ہوتا۔

سکندریہ کو پہنچنا | تین چار گھنٹوں کی مسافت کے باوجود راستہ پر جگہ جگہ ٹھہرنے اور ثقافت وتہذیب سے واقفیت حاصل کرنے کی وجہ سے ہمیں یہاں آٹھ گھنٹے صرف کرنے پڑے۔ عشاء کے وقت رات کی تاریکی میں پہنچے۔

قیام کا پروگرام مدینۃ البعوث کے شاخ میں تھا۔ جو چار منزلہ عظیم الشان عمارت کی شکل میں بحر ابیض کے کنارے پر قصر فاروق کے عقب میں واقع ہے۔ ہمارے پہنچنے سے قبل پیشگی اطلاع کی وجہ سے مقامی کارندوں نے مصری جھنڈے کے ساتھ پاکستانی بھی لہرایا تھا، پہنچتے ہی جب پہلی نظر پاکستانی پرچم پر پڑی تو بے اختیار کچھ وقت کے لئے نظریں قومی جھنڈے پر مرکوز ہیں۔ ملک وملت کے فطرتی جذبے کی رو سے پاکستانی جھنڈے کے لہرانے سے دلی سرور حاصل ہوئی۔

اپریل کا آخری ہفتہ ہونے کے باوجود موسم بڑا پیارا تھا۔ رات کو سردی کا احساس ہوکر کمبل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ رات آرام وسکون سے نکال کر صبح ناشتہ کے بعد آئندہ پروگرام کے لئے مشورہ کرنے لگے۔ رفیق سفر اور رئیس وفد مولانا اصغر علی صاحب جیسا کہ قبل ازیں بھی ایک دفعہ مصر کا دورہ کر چکے تھے اور سکندریہ سے بھی ہوکر واپس ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے تجربہ سے فائدہ اٹھا کر سلسلہ شاذلیہ کے ایک مشہور شیخ ابوالعباس الشاذلی کے مزار پر بھی جانے کا فیصلہ ہوا۔

شیخ ابوالعباس الشاذلی | شیخ کا اصل نام "شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عمر بن علی الخزرجی الانصاری" ہے آپ ۶۱۶ھ/۱۲۱۹ء میں اندلس کے مشہور گاؤں "مرسیہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شیخ ابوالحسن الشاذلی آپ سے بہت دوری پر رہتا تھا۔ لیکن روحانی ربط اور رشتہ کی وجہ سے بہت جلد دونوں اکٹھے ہوگئے۔

۶۴۲ھ میں آپ سکندریہ میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کسب فیض کی درخواست کی۔ فطری اور طبعی صلاحیتوں کی وجہ سے مدارج سلوک بہت جلد طے کئے۔ مختصر وقت میں شیخ سے آپ کو خلافت ملی۔ اور شیخ کے مشہور تلامذہ اور خلفاء میں شمار ہوئے۔

دین کے عظیم داعی۔ وقت کے نڈر مجاہد اور زمانے کے بہترین صوفی تھے۔ مقامی لوگوں کی زبان سے سنا کہ ان کے شیخ کا مزار "سینا" میں واقع ہے۔ جب کہ آپ بحر ابیض کے کنارے پر اسکندریہ میں محو خواب ہے۔ عقیدت مندوں کا بہت

ش رہتا ہے۔ ہم دن کے گیارہ بجے پہنچے تھے اس وقت زائرین کی اتنی کثرت نہیں تھی پھر بھی اس اہتمام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا کہ زائرین کا ہر وقت اژدحام رہتا ہے۔ ملحقہ مسجد میں دو رکعات پڑھنے کے بعد فاتحہ پڑھی۔ سامنے تعارفی تختہ سے کچھ معلومات نوٹ کرنے کے بعد مسجد کے حدود میں ایک کھلا ہوا دروازہ نظر آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ مدیر کا مخصوص حجرہ ہے اندر جانے کی اجازت ملنے کے بعد جب اندر گئے تو سامنے ایک پُر تکلف کرسی پر مدیر ادارہ جو خطیب اعلیٰ کے عہدہ کا ہوتا ہے۔ رونق افروز تھے ہاتھ میں سگریٹ لئے ہوئے کش سے مزے اڑا رہے تھے۔ وقفہ وقفہ سے سلیمانی چائے کی گھونٹ سے بھی چسکے لے رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا نام عبد الجلیل العاص ہے۔ اور جامعہ ازہر کا سند یافتہ ہے ۱۹۵۸ء سے اس ادارہ سے منسلک چلے آرہے ہیں۔ پہلے امام پھر خطیب اور اب ترقی کر کے مدیر تھے۔

مسجد اگرچہ چھوٹی تھی لیکن خوبصورتی اور زیب و زینت میں فن تعمیر کی دلکش تصویر تھی۔ بد قسمتی سے عوام و خواص کے خلاف شرع امور یہاں بھی دیکھے گئے۔ قبر پرست مصریوں کے مشرکانہ اعمال کی وجہ سے مسجد اور مزار کا تقدس مجروح ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک مدیر کے ساتھ رہنے کے بعد یہاں سے رخصت ہوئے۔ (جاری ہے)

قومی اسمبلی میں

اسلام کا معرکہ

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ کی سرگرمیاں

؎ صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (اقبالؒ)

قومی اسمبلی میں جمہوری قومی و ملی مسائل پہ قراردادیں مباحثات۔ پارلیمنٹ میں موجودہ سیاسی پارٹیوں کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی و ملی مسائل کے بارہ میں رویہ۔ شیخ الحدیث کی تقاریر، اور ان کی قراردادوں پر ارکان اسمبلی کا ردِ عمل — آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر کیا گذری، تحاریک التواء، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور تشریحی تقریریں۔

- ★ سیاستدانوں کے منشور اور انتخابی وعدے کردار کی کسوٹی پر۔
- ★ ایک اہم سیاسی دستاویز۔
- ★ ایک آئینہ اور ایک اعمالنامہ
- ★ ایک ایسی رپورٹ جو اسمبلی کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے بھی مستند ہے۔
- ★ پاکستان کے مرحلہ آئین سازی کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء، سیاستدان بھی اور اسلامی سیاست میں منہمک افراد و جماعتیں بھی بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔
- ★ ایک ایسی کتاب جو جہادِ حق اور غلبۂ اسلام کے علمبردار علماء کیلئے حجت و برہان بھی ہے۔ اور مستقبل میں اسلامی جدوجہد میں رہنما بھی — کتاب شائع ہو چکی ہے اور ترسیل جاری ہے

عمدہ کتابت و طباعت حسین سرورق، قیمت پندرہ روپے، صفحات ۴۰۰

مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)

مؤتمر المصنفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش

قادیان سے اسرائیل تک

تالیف و اشاعت ——— مؤتمر المصنفین

"قادیانیت مذہبی سے زیادہ ایک اسلام دشمن سامراجی سیاسی تنظیم ہے، برطانوی سامراج اور یہودی صیہونیت نے اس سیاسی تحریک کو عالم اسلام کے خلاف کیسے استعمال کیا؟ اسرائیل کے قیام میں اس کا کردار کیا تھا؟ ایسے تمام مخفی گوشوں کا پہلی بار جامع، مستند اور مدلل انداز میں تحقیقی جائزہ"

کتاب کے تیرہ ابواب کی ایک جھلک ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے

۱ — سیاسی تحریک مذہبی بہروپ
۲ — یہودی مسیح موعود
۳ — سامراجی صیہونی آلہ کار
۴ — حکیم نور الدین کا دور
۵ — سیاسیات دورِ ثانی
۶ — مرزا محمود کی لندن یاترا
۷ — لندن منصوبے کی تکمیل
۸ — نئے تبلیغ نئے فتنے
۹ — عالمی استعمار کے گماشتے
۱۰ — جنگ عظیم اور قادیانی تحریک کار
۱۱ — تحریک پاکستان اور قادیان
۱۲ — اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین
۱۳ — یہودی ریاست کے سائے میں

بلا شبہ اس موضوع پر پہلی ایسی مستند اور محققانہ کتاب

جس کیلئے

صدہا قادیانی غیر قادیانی اور یورپی مآخذ کو کھنگالا گیا ہے۔

آج ہی طلب فرمائیں — تبلیغ کے لئے سو نسخے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔

قیمت ۲۵/ روپے، صفحات: ۲۲۴، کاغذ: عمدہ، طباعت: ونڈائیک/آفسٹ، ٹائیٹل جدید طرز

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر

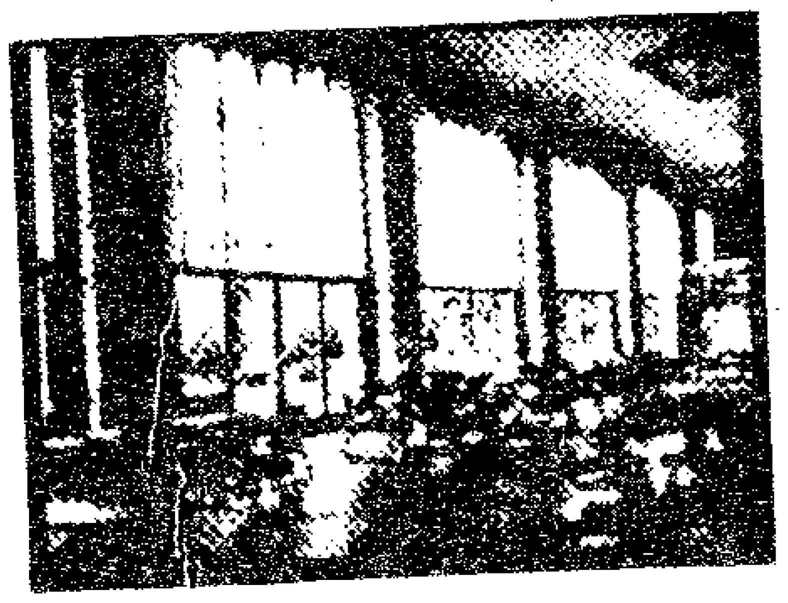

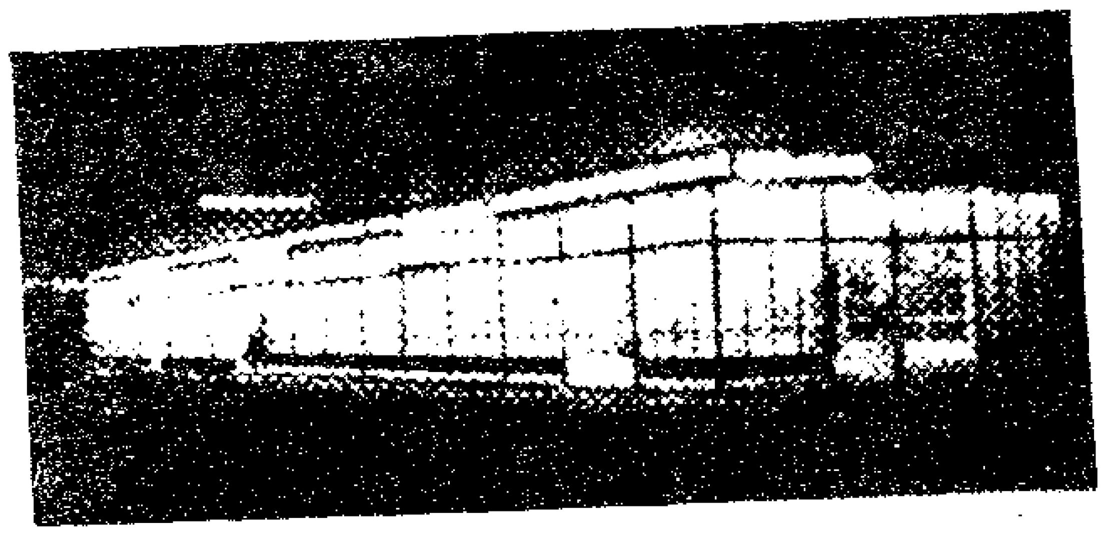

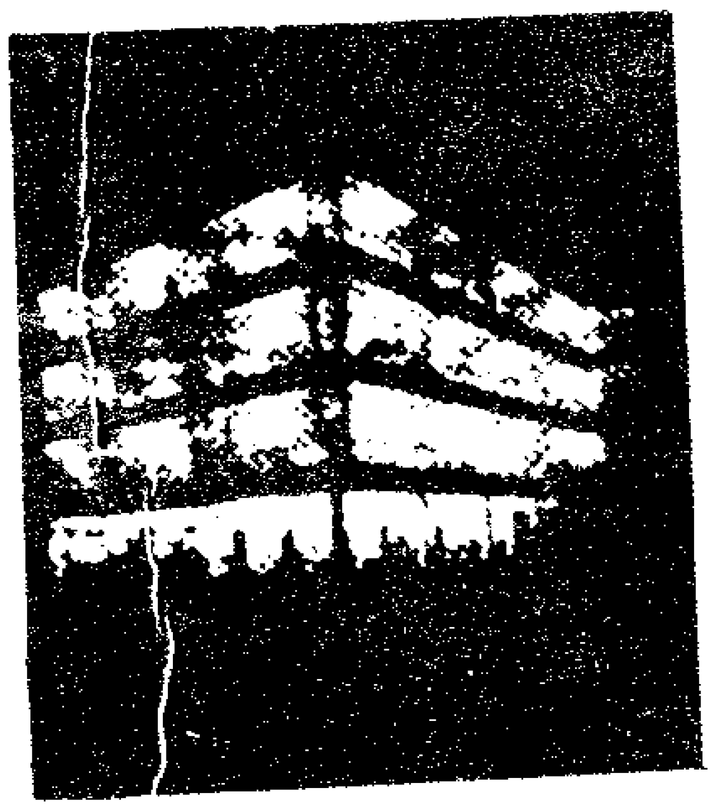

شیشہ

خواجہ کا

خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

شاہراہِ پاکستان ——— حسن ابدال

فیکٹری آفس :- ۱۰۰ - ہارلے اسٹریٹ صدر راولپنڈی

رجسٹرڈ آفس :- ۳ - ایبٹ روڈ، لاہور

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

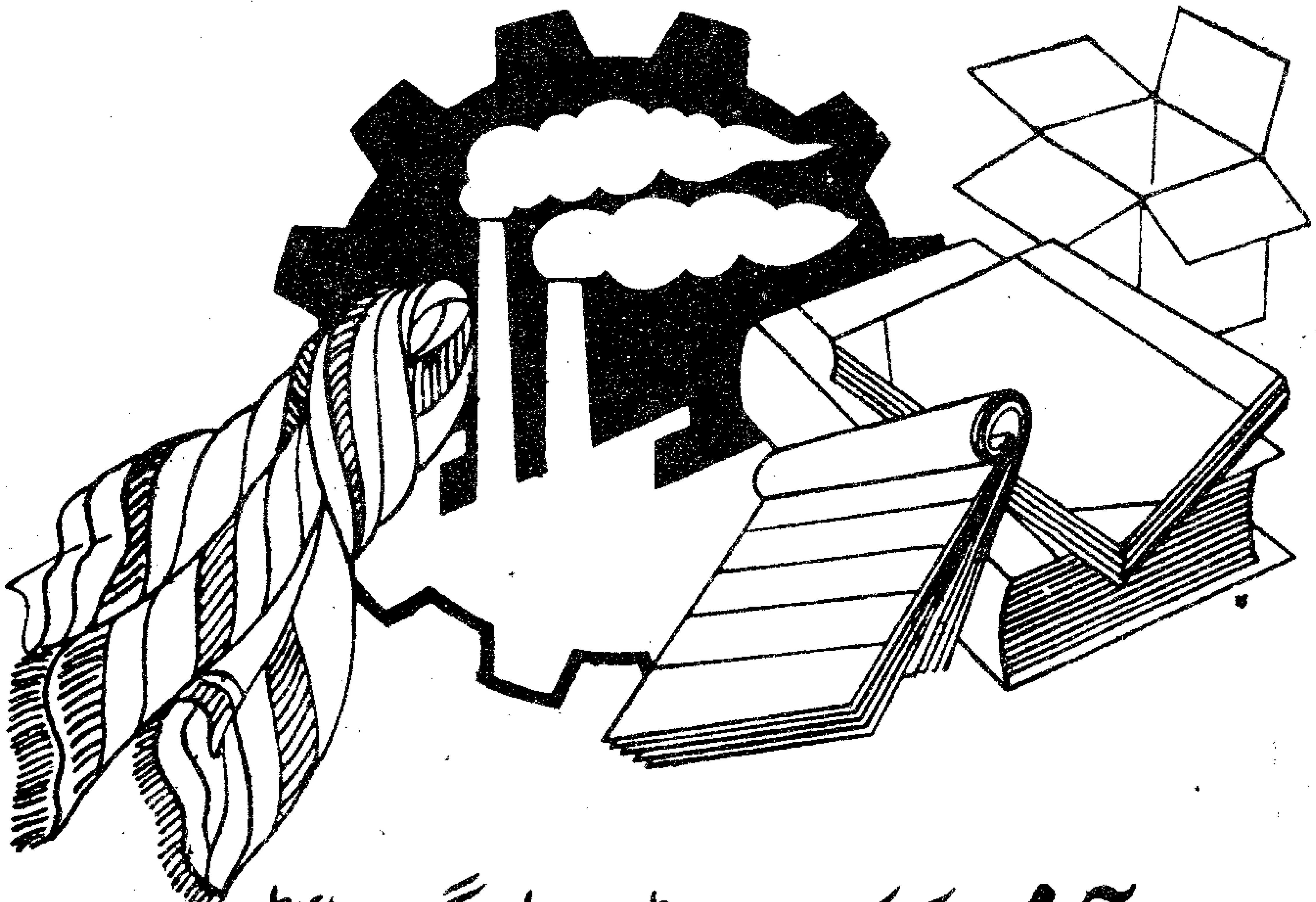

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ ۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H